

اصل میں معذوری ہے کیا؟

نیویارک کے بہترین اوپرائیں سفید بالوں والا ایک شخص آنکھیں بند کیے والکن بخار ہاتھا۔ ساتھ ساتھ دنیا کا بہترین آرکسٹرا بھی اعلیٰ درجہ کی دھن بجانے میں مصروف تھا۔ ہال میں سینکڑوں مردا و خواتین بہترین سوت اور دیدہ زیب کپڑے زیب تن کیے دم بخود بیٹھے تھے۔ اوپر ایک انتہائی سنجیدہ جگہ گردانی جاتی ہے۔ والکن بجانے والے کی مہارت اس درجہ تھی کہ کئی سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ اچانک والکن کا ایک تارٹوٹ کر نیچے گر گیا۔ ہال میں سکوت طاری ہو گیا۔ اکثریت کا خیال تھا کہ اب موسیقار اٹھے گا اور نیا والکن منگوائے گا۔ یا ساز بجانا بند کر کے اجازت مانگے گا۔ کوئی بندہ اپنی نشست سے نہ اٹھا۔ نہ ہی ہال میں کسی قسم کی افراتفری گھی۔ سفید بالوں والا موسیقار اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے والکن کی بقیہ تاروں سے ساز کو قرینے سے بجانا شروع کر دیا۔ ساز اپنی دکھی تان سے لوگوں کے دلوں میں اُترتا گیا۔ تارٹوٹنے سے والکن کی آواز اور خوبصورت ہو گئی۔ بوڑھا شخص ڈیر ڈھنڈتے تک فن کی اس بلندی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ جسکے متعلق قیاس کرنا مشکل تھا۔ جب والکن بجانا بند کیا تو تمیں پنیس سینڈ تمام سننے والے بُت بنے خاموش بیٹھے رہے۔ اسکے بعد تمام کھڑے ہو گئے اور تالیاں بجانے لگے۔ تالیوں کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ موسیقار بیٹھا رہا۔ اسلیے کہ وہ معذور تھا۔ اسکی دونوں ٹانگیں بے جان تھیں۔ وہ ایک ڈیل چیسر پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ڈیر ڈھنڈتے اسکی زندگی کی بہترین پیشکش تھی۔ ایسی موسیقی، جو دل سے ترتیب دی جاتی ہے اور دل سے ہی سنی جاتی ہے۔ اس اپاہج عظیم والکن بجانے والا کامن پرل مین (Perlman) تھا۔

پرل مین فلسطین میں پیدا ہوا۔ چار برس کی عمر میں پولیو کا شکار ہو گیا۔ بیماری سے اسکی دونوں ٹانگیں بے کار ہو گئیں۔ بچپن سے ہی چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ معذوری نے اس سے اسکا بچپن چھین لیا۔ مگر پرل مین کی نظر اپنے مستقبل پر تھی۔ ایک ایسا شاذ اور سنہرہ مستقبل جس میں معذوری اس پرمنی اثر نہ ڈال سکے۔ اس نے بازار سے بیساکھیاں بنوائیں اور انکے سہارے چلنا شروع کر ڈالا۔ بچپن سے اسے والکن بجانے کا شوق تھا۔ شوق نہیں بلکہ عشق تھا۔ تین سال کی عمر میں پرل "شولومت اسکول" میں ساز سکھنے کیلئے گیا۔ اسے وہاں داخلہ نہ مل سکا۔ اسلیے کہ صرف تین سال کی عمر میں اس کا قدم والکن سے بھی چھوٹا تھا۔ ساز کو پکڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ دس برس تک گھر میں اکیلا ساز سکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی عمر میں والدین امریکہ منتقل ہو گئے۔ وہاں پرل مین کو اپنے خواب پورے کرنے کا بھر پور موقعہ ملا۔ نیویارک میں پرل مین کو جو لیٹارڈ اسکول میں داخلہ مل گیا۔ ایک صدی سے پرانا موسیقی سکھانے کا یہ اسکول دنیا میں بہترین درسگاہ تھی۔ پرل مین وہاں والکن سکھنے گیا تھا۔ گیا تو وہ ایک ساز سکھنے تھا۔ مگر خدا نے اسکو ایک ایجاد مانع عطا کیا تھا، جسکی بدولت بہت قلیل مدت میں پرل مین والکن پر عبور حاصل کر گیا۔ وہ اس ساز پر ایسی ایسی مدد ہنیں بناتا تھا کہ لوگ ششد ررہ جاتے تھے۔ اسکی انگلیاں والکن کے تاروں کی بجائے لوگوں کے دلوں کو جھوٹی تھیں۔ روح، وجہ ان اور فن کی پختگی سے نایاب موسیقی جنم لیتی تھی۔ کانج کے بعد، پرل مین نے پورے امریکہ میں شوکرنے شروع کر دیے۔ امریکہ کے ہر شہر میں گیا۔ دنیا کے بہترین گانے والوں

کا ساتھ دیتا رہا۔ ہریٗ وی شوپر بھی اپنی موجودگی کا جادو بکھیرتا رہا۔ نیویارک میں جب Statue of Liberty کے سوال پورے ہوئے تو ایک عظیم الشان شوکا انعقاد کروایا گیا۔ 1986 میں ہونے والا یہ فقید المثال شوپوری دنیا میں دیکھا گیا۔ شو میں پرل میں سب سے نمایاں موسیقی بجانے والا شخص تھا۔ واشنگٹن میں جب ملکہ الزبتھ دوم سرکاری دورے پر آئی، تو وائٹ ہاؤس میں ملکہ کیلئے پرل میں کو والکن بجانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایک طویل فہرست ہے جہاں جہاں یہ شخص نمایاں رہا۔ یہ فہرست ابھی مکمل نہیں ہے۔ کیونکہ پرل میں ابھی زندہ ہے اور آج بھی اپنے لازوال فن کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ پرل میں نے جسمانی معدوری کو اپنی ترقی کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا۔ اس نے ایک کلیئے لوگوں پر واضح کیا کہ اصل معدوری توہینی ہوتی ہے۔ ذہنی معدوری کا جسمانی ساخت سے کوئی تعلق نہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کیا کہ اکثر لوگ دیکھنے میں تو بالکل صحت مند لگتے ہیں، مگر وہ خدا کے دیے ہوئے دماغ کو اپنی اور دوسروں کی بہتری کیلئے استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ ذہنی معدوری کی فہرست میں اسلیے آتے ہیں کہ معدوری دراصل اپنی عقل کو نہ استعمال کرنے کا کام ہے۔ ناکہ وہیں چیز پر بیٹھنے کا۔

پرل میں کی کامیابی انسانی زندگی کی ایک نئی کھڑکی کھلوتی ہے۔ سوچ کو ایک نئی جہت بھی دکھاتی ہے۔ معدوری اصل میں ہے کیا۔ معدوری کی تعریف دراصل کیا ہے۔ اصل نکتہ ہی یہی ہے۔ کیا بصیرت سے محروم ایک انسان واقعی معدور ہے۔ کیا پولیوسے گھائل ایک بچہ جو چل پھر نہیں سکتا، کیا معدوری کی تعریف میں آتا ہے۔ سوچ کر جواب دیجئے۔ شائد ہاں اور شائد نہیں۔ یہ درست ہے کہ اعضاء کا نہ ہونا معدوری کو جنم دیتا ہے۔ مگر معدوری کی سب سے بڑی قسم تو ہم سب کے اردو گرد ہر وقت موجود ہے۔ وہ ہے اپنے ذہن کو نہ استعمال کرنا۔ اپنی عقل کو تکلیف نہ دینا۔ اپنے قلم کو خلق خدا کے فائدے کیلئے نہ استعمال کرنا۔ اگر آپ طاقت ور ہیں، تو اپنی طاقت سے لوگوں میں آسانیاں نہ پیدا کرنا۔ طالب علم کی نظر میں اصل معدوری تو یہ ہے۔ جس میں آپ ہر طریقے سے صحت مند نظر آتے ہیں۔ کامیاب بھی دکھانی دیتے ہیں۔ مگر آپ عام سی زندگی گزار کر شہرخوشیاں میں سو جاتے ہیں۔ ابدي نیند۔ سب سے بڑی ذہنی معدوری یا کمزوری یا بھی ہے کہ ہم ہر طریقے سے ٹھیک نظر آتے ہیں مگر اصل میں ہم صحت مند معدور ہوتے ہیں۔ اسکی ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں مثالیں ہر طرف بکھری ہوئی ہیں۔

سرکاری ملاز میں سے شروع کرتا ہوں کیونکہ اس قبیلہ سے میرا تعلق ہے۔ یہ میری بد قسمتی ہے یا خوش قسمتی۔ اسکا تعین بہر حال ابھی تک نہیں کر پایا۔ شائد کربھی نہ پاؤ۔ سرکاری ملاز میں کی ننانوے فیصد تعداد، مضبوط قوت فیصلہ سے یکسر محروم ہے۔ آپ انہیں کوئی کام بتادیں، کوئی بات پوچھ لیں، کوئی نکتہ دریافت کر لیں۔ آپکے پورے کام کو پراسیا ایک نظام کے حوالے کر دیا جائیگا۔ جائز کام، ایک ٹیبل سے دوسری ٹیبل تک، اور دوسری سے پندرہویں ٹیبل پر جاتے جاتے اپنی افادیت کھو دیگا۔ کوئی بھی سرکاری ملاز میں یا خواہش نہیں کریگا کہ کوئی جائز حق یا کام برق رفتاری سے کر دے۔ بڑے سے بڑا سرکاری ملاز بھی، طاقتوں کے سامنے اسکی زبان بن جاتا ہے۔ اور کمزور فریق کے سامنے جزوی قانونی آدمی۔ کوئی سخت لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ اس امر کو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نوکرشاہی میں اہلیت کی سخت کی ہوچکی ہے۔ اہلیت والے مفروضے کو کم طالب علم تسلیم نہیں کرتا۔ مسئلہ صرف اور صرف قوت فیصلہ کے عدم وجود کا ہے۔ یہ مکمل طور پر ذہنی معدوری

کی ایک تاریک مثال ہے۔ سیاستدانوں کی اس قبیل کی طرف آئیے جو کسی بھی وجہ سے حکومت کرتے رہے ہیں۔ عمومی طور پر لوگ مالیاتی یا اخلاقی کرپشن کی بات کرتے ہیں۔ 1947ء سے ایک ہی جملہ ہے جو سنتے سنتے کم از کم میری نسل کے کان تو پک چکے ہیں۔ مان لیجئے، اس میں جزوی سچ بھی ہو گا۔ مگر سیاستدانوں کا اصل مسئلہ قوت فیصلہ اور خود اعتمادی کے نہ ہونے کا ہے۔ کسی قسم کا قومی یا صوبائی سطح کا حکم یا تو اتنی تیزی میں کیا جاتا ہے کہ اسکی جزئیات پر غور نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف، مسائل پنپتے رہتے ہیں، مگر بروقت فیصلہ کی عدم موجودگی میں وہ مسئلہ خراب ہو جاتا ہے۔ آپکو یقین نہیں آیا گا۔ قدرتی آفات میں بھی یہی طرز عمل روارکھا جاتا ہے۔ سیلا ب کو مثال بنائجئے۔ آج کے سائنسی دور میں سیلا ب کے آنے کا مہینوں نہیں تو ہفتوں پہلے معلوم ہو سکتا ہے۔ لوگوں کی منتقلی، ساز و سامان کی حفاظت، جانوروں کو بروقت چارہ اور اس طرح کی ہزاروں چیزیں سیلا ب کے آنے سے پہلے موثر طریقے سے کی جاسکتی ہیں۔ مگر نہیں، قوت فیصلہ کے نہ ہونے سے یا اسکے کمزور ہونے سے کوئی بھی حکمران بروقت فیصلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اسکا نقصان اتنا زیادہ ہے کہ انسانی تصور سے قطعی طور پر باہر ہے۔ مسئلہ اس ذہنی معذوری کا ہے جسے پرول مین نے جسمانی معذوری ہونے کے باوجود بھرپور شکست دی تھی۔

عدیلیہ وہ شعبہ ہے جہاں بنیادی طور پر کام ہی فیصلے کرنے کا ہے۔ یعنی کسی بھی سطح کا نج ہو، اسکو تخریج ہی، فیصلہ کرنے کی ملتی ہے۔ اس شعبہ میں بھی فیصلہ نہ کرنے کی ذہنی معذوری بدرجہ اتم موجود ہے۔ اہم ترین معاملات کو بھی ایک اندھے پر اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ ہفتہ، مہینوں میں بدل جاتے ہیں اور مہینے سالوں میں۔ بدقتی سے سال دہائیاں بن جاتے ہیں۔ مگر فیصلے نہیں ہو پاتے۔ اکثر اوقات مدعی سفارش کرواتے ہیں کہ جناب، فیصلہ فرمادیجئے۔ بے شک ہمارے خلاف ہو۔ پاکستان میں یہ ذہنی معذوری ہر ادارہ اور ہر شعبے میں رقص کر رہی ہے۔

پرول مین آج بھی چل نہیں سکتا۔ اسے بیساکھیوں کی ضرورت ہے۔ وہیل چیئر سے نکل کر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ مگر آج بھی پرول مین پوری دنیا کا بہترین واٹکن نواز ہے۔ اسکی مہارت حریت انگیز نہیں بلکہ قابل رشک ہے۔ پرول مین نے ثابت کیا ہے کہ جسمانی معذوری، کسی بھی طریقے سے مضبوط قوت ارادی اور پختہ ارادے کے سامنے دیوار نہیں بن سکتی۔ اس نے ثابت کیا ہے کہ چل نہیں سکتا، مگر دنیا کا بہترین واٹکن نواز بن سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں صورتحال مکمل طور پر متفاہد ہے۔ یہاں تو طاقتور قوت فیصلہ کا نہ ہونا ایک معاشرتی معذوری کو جنم دے چکی ہے۔ لوگ ہر طریقے سے صحیت مند ہیں مگر اصل میں وہ پوری زندگی معذوری میں گزارتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اصل میں معذوری ہے کیا؟

راو منظر حیات